جو بھی آتا تھا شاہ جی اس سے گلے ملتے تھے۔ مہتر نے دور سے کھڑے ہو کر مبارک باد دی اور قریب آنے کی اسے ہمت نہیں ہوئی۔ شاہ جی نے اسے بلایا تاکہ اس کے بھی گلے ملیں۔ مگر وہ تو اس اعزاز کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ کر اپنی جگہ کھڑا رہا۔ شاہ جی نے اس سے کہا کہ "میں مسلمان ہوں اور اسلام میں ذات پات کی اونچ نیچ کوئی چیز نہیں۔ سب انسان اللہ تعالیٰ کی نظر میں یکساں ہیں۔ اونچا صرف وہ ہے جو تقویٰ میں اونچا ہو۔ خواہ کسی نسل و قوم کا ہو"

یہ کہہ کر آگے بڑھے اور اسے گلے لگا لیا۔ وہ شکر گزار ہو کر چلا گیا۔ دوسرے دن مع اہل و عیال آکر حضرت شاہ جی کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گیا۔ شاہ جی کے اس قسم کے واقعات اور بھی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ جی کا ذہن فضیلت نسب کے تصور اور نسلی غرور و پندار سے بالکل پاک تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے لوگوں کو ایمان نصیب ہو گیا۔ بلکہ یوں کہیئے کہ انسانی برادری کی معتد بہ تعداد کو جو جہنم کے کنارے پہنچ چکی تھی اور اس میں گرنے ہی والی تھی انہوں نے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ اور جنت کے دروازے پر لا کھڑا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے مراتب و درجات جنت میں بلند فرمائے۔ دین اسلام اور انسانیت دونوں کی یہ کتنی عظیم خدمت انہوں نے انجام دی ہے۔

اخلاص اور للہیت انکا مزاج تھا۔ جو کچھ کرتے تھے رضائے الہیٰ کے لئے کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے کبھی خواص یا عوام کسی کی بھی مخالفت کی پرواہ نہیں کی۔ ان کی بصیرت کا فیصلہ یہ تھا کہ تقسیم ہند اور پاکستان بننا مسلمانوں کے لئے مضر ہے۔ وہ آخر تک تقسیم کو روکنے کی کوشش کرتے رہے انہوں نے اس کی قطعاً پروا نہیں کی کہ عوام کی ایک بڑی تعداد بلکہ اکثریت ان سے اختلاف رکھتی ہے۔ وہ اپنے دور کے عظیم انسان تھے۔ ساری عمر انہوں نے اسلام کی خدمت و نصرت میں بسر کی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہم سب اہل سنت کی طرف سے انہیں اس کا اجر جبر نیل عطا فرمائے۔ آمین۔

ختم رسالت کا مبلغ

بچھڑے ہوئے گو تجھ سے ہوا ایک زمانہ
سینوں میں کھلے ہیں تیری یادوں کے چمن زار

تو ختم رسالت کا مبلغ ہے وہ جس پر
اس ملک کے شاہد ہیں سبھی کوچہ و بازار

گلشن کی مہک تھی تیری ہستی کی عبارت
بلبل کی چہک تھی وہ تیری خوبیٔ گفتار

کی تو نے سدا خرقۂ سالوس سے نفرت
درویش تھا رکھتا تھا شہنشاہ کے آثار

مسعود تابش